پروفیسر محمد اسلم

ملفوظاتِ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رح

(۴)

حضرت گیسو دراز رح اور سماع

حضرت گیسو درازؒ کو سماع بہت مرغوب تھا اور وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انھوں نے سلوک کی منزل تلاوت قرآن پاک اور سماع سے طے کی ہے[1] ان کے ملفوظات میں سماع کے بارے میں بڑی دلچسپ حکایتیں درج ہیں، جن میں سے چند ایک پیشِ خدمت ہیں۔

گجرات کے سفر کے دوران ایک روز ہندو عورتوں کے گانے کی آواز حضرت گیسو درازؒ کے کانوں میں پڑی تو انھوں نے ان کے گانے کے جواز میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ قریش کی بچیوں نے انھیں دیکھ کر عہدِ جاہلیت کے اشعار گانے شروع کیے۔ جب ان لڑکیوں نے یہ مصرع پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ

تو آپ نے فرمایا کہ ان الفاظ کو چھوڑ دو اور جو کچھ پہلے گا رہی تھیں وہی گاتی جاؤ[2]

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنی الصحیح میں "کتاب النکاح باب ضرب الدف" کے تحت یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ربیع فرماتی ہیں کہ جس وقت ان کی شادی ہوئی تو اس موقع پر چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے آباء و اجداد کی بہادری کا ذکر کر رہی تھیں۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف آنکلے تو ان میں سے ایک بچی نے یہ مصرع پڑھنا شروع کیا،

---

[1] محمد علی سامانی، سیر محمدی، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۳۴۷ھ، ص ۷۱۔
"می فرمودند فتح کار من بیشتر در تلاوت و سماع بود۔"

[2] جوامع الکلم، ص ۱۸۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ مصرع ترک کردو اور جو پہلے گا رہی تھیں وہی گاتی جاؤ۔ ہمارے محدثین نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ وہ بچیاں بہت کمسن اور نابالغ تھیں، اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں گانے سے منع نہیں فرمایا اور اگر وہ بالغ ہوتیں تو حضور کسی طرح بھی انھیں گانے کی اجازت نہ دیتے ہے۔[3]

ایک بار سماع کے موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے حضرت گیسو دراز ؒ نے فرمایا کہ تان اور لے مرتب کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ غزل کے مضمون کے مطابق ہو۔ مثلاً اگر اشعار میں بیزاری، تضرع یا عجز و انکسار کا بیان ہو تو پھر لے بھی ویسی ہی ہونی چاہیے اور اگر اشعار میں ترفع، استغنا اور تعاظم کا ذکر ہو تو پھر لے بھی ویسی ہی ہونی چاہیے۔ اسی طرح جب کسی معشوق کے خد و خال یا ناز و کرشمہ کا ذکر آئے تو پھر سُر اور تال بھی اسی مناسبت سے ہونے چاہییں۔ اسی ضمن میں آپ نے فرمایا کہ حوض سلطان سے ایک کنیز پانی کا گھڑا بھر کرلے جایا کرتی تھی۔ خُدا نے اسے بڑی اچھی شکل و صورت دی تھی اور وہ بڑے ناز و نخرے سے قدم اٹھاتی اور گانا گاتی اتفاق سے ایک درویش حوض سلطان کے کنارے رہتا تھا اور اسے موسیقی میں بڑا کمال حاصل تھا۔ ایک روز وہ حضرت گیسو دراز ؒ سے ملنے آیا تو انھوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اس کیفیت کو صوت میں باندھے۔ اس نے اسی وقت اس کیفیت کو ایسے انداز سے ادا کیا کہ انسانی طاقت سے باہر معلوم ہوتا تھا۔ اسے سُن کر حضرت گیسو دراز ؒ کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا ہے۔[4]

ایک روز حضرت گیسو دراز ؒ سماع کے رموز و اسرار بیان فرما رہے تھے تو اسی ضمن میں انھوں نے فرمایا کہ ان کے ایک دوست مولانا علاء الدین نے مولانا جمال الدین مغربی سے پوچھا کہ اگر وہ محفلِ سماع منعقد کریں اور انھیں بلائیں تو کیا وہ آئیں گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ضرور آئیں گے۔ بعد ازاں مولانا جمال الدین مغربی نے فرمایا کہ سماع کے دوران صوفی جو ہاتھ پاؤں ہلاتے ہیں وہ انھیں ہذیان

ہے[3] محمد حامد صدیقی، جوامع الکلم، فٹ نوٹ، ص ۱۸

ہے[4] جوامع الکلم، ص ۱۳۱۔

سمجھتے ہیں۔ مولانا علاء الدین نے جواب دیا کہ ان کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں لیکن وہ اتنا ضرور جانتے ہیں کہ نغمہ میں تاثیر ہوتی ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں۔ نیز انھوں نے بغداد میں صوفیوں کو سماع سنتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ اپنی جگہ سے مطلق حرکت نہیں کرتے تھے البتہ کبھی کبھی ان کے منہ سے اللہ اللہ سنائی دیتا تھا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے۔ جس طرح کی حرکتیں ہمارے ہاں کے صوفیا سماع کے دوران کرتے ہیں، انھوں نے اس طرح کی باتیں ان میں نہیں دیکھیں۔[۵]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے یہ وصیت کی جب وہ فوت ہو جائے تو سات روز تک اس کی میت کے قریب ہنگامۂ سماع برپا کیا جائے اور بعد ازاں اسے دفن کیا جائے۔ جب وہ بزرگ فوت ہوا تو حسبِ وصیت اس کی میت کے پاس محفل سماع منعقد ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ساتویں روز وہ اُٹھ کر رقص کرنے لگا اور بالآخر چارپائی پر گر گیا۔

یہ واقعہ بیان کرکے حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ان کی بھی یہی خواہش ہے کہ تین روز تک ان کی میت کے پاس مجلسِ سماع منعقد کی جائے اور پھر انھیں دفن کیا جائے۔ حضرت سلطان المشائخ نے اس وصیت پر عمل کرنے کی ذمہ داری مولانا شہاب الدین پر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس پر عمل کریں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے خدام اس وصیت پر عمل نہ کریں۔

جب حضرت سلطان المشائخ کا انتقال ہوا تو شیخ رکن الدین ملتانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مولانا شہاب الدین قوالوں کو لے کر آگے بڑھے اور انھوں نے شیخ رکن الدین ملتانی کو اپنے مرشد کی وصیت یاد دلائی۔ مولانا شہاب الدین کی بات سن کر شیخ نے فرمایا کہ یہ درست ہے کہ یہ ان کی وصیت تھی لیکن اگر اس پر عمل کیا گیا تو حضرت سلطان المشائخ اُٹھ کر رقص کرنے لگیں گے اور اس سے ایک بڑا فتنہ پیدا ہو جائے گا، اس لیے خدا کے واسطے سماع کی محفل منعقد نہ کریں۔ مولانا شہاب الدین نے عرض کیا کہ انھوں نے اس کی وصیت فرمائی تھی اور انھیں اس پر عمل کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔ شیخ رکن الدین

---

[۵] جوامع الکلم، ص ۱۰۹۔

نے فرمایا کہ وہ اس کے ضامن ہیں اور اگر قیامت کے دن کوئی باز پرس ہوئی تو اس کا جواب وہ دیں گے۔
حضرت گیسو دراز فرماتے ہیں کہ سلطان محمد اس وقت وہاں موجود نہ تھا اور حضرت سلطان المشائخ کی تدفین کے بعد جب یہ بات اُسے معلوم ہوئی تو اس نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات انھوں نے اسے پہلے کیوں نہ بتائی، اگر اسے بروقت اس کی اطلاع مل جاتی تو وہ ان کی وصیت پر ضرور عمل کرتا۔[۵۶]

حضرت گیسو دراز نے ایک روز یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت ابو سعید ابو الخیر کے زمانے میں ایک طنبورہ نواز تھا اور جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس کے گھر والوں نے اسے یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا کہ وہ بھیک مانگ کر اپنی گزر بسر کر لیا کرے۔ وہ بوڑھا اپنا طنبورہ لے کر قبرستان میں جا بیٹھا اور خدا کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اس نے سالہا سال تک اس کے بندوں کے سامنے طنبورہ بجایا ہے اور اب جب وہ بوڑھا ہوگیا ہے تو اس کا کوئی قدر دان باقی نہیں رہا۔ اس نے خدا کو مخاطب کر کے کہا کہ آج وہ اُسے خرید لے اور اب وہ صرف خدا کے لیے طنبورہ بجایا کرے گا۔ اس کے بعد اس نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ رباعی گانا شروع کی:

مقبولِ تو جز مقبلِ جاوید نشد وز لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نشد
عونت بکدام ذرہ پیوست دمی کان ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد

حضرت گیسو دراز فرماتے ہیں کہ وہ ساری رات یہی رباعی گاتا رہا اور جب سورج طلوع ہوا تو وہ طنبورہ اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ اسی دوران میں ایک شخص حضرت ابو سعید ابو الخیر کی خدمت میں ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوا۔ ان کے خادم خواجہ حسن نے اس رقم کو خانقاہ کے اخراجات کے لیے اٹھانا چاہا تو حضرت نے فرمایا کہ اسے یہیں رہنے دے۔ کچھ دیر بعد انھوں نے خواجہ حسن کو طلب کیا اور اسے کہا کہ فلاں قبرستان میں جائے۔ وہاں ایک بوڑھا طنبورہ سر کے نیچے رکھ کر سو رہا ہے، اس سے کہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کی طنبورہ نوازی قبول کر لی ہے اور اسے سلام دیا ہے اور یہ رقم اس کے لیے بھیجی ہے۔ خواجہ حسن نے اس طنبورہ نواز کو وہ رقم

---

[۵۶] جوامع الکلم، ص ۱۳۱- ۱۳۲

دیتے ہوئے کہا کہ آئندہ اسے جس چیز کی ضرورت ہو وہ آکر شیخ ابوسعید ابوالخیر سے لے جایا کرے[۵۷]
ایک روز حضرت گیسو درازؒ نے فرمایا کہ صوفی کا ذوق موسیقار کی لَے اور ضربوں پر نہیں ہوتا بلکہ اس کی نظر میں کسی اور ہی چیز پر لگی رہتی ہیں اور اس کا معاملہ اس وقت خدا کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے اگر اس عالم میں ایک لفظ یا ایک تان اس کے حال کے مطابق ادا ہو جائے تو اس کے ذوق کا سامان مہیا ہو جاتا ہے اور اسے اس سے بے حد مسرت ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صوفیا رونے لگتے ہیں، نعرے لگاتے ہیں، شور و غوغا کرتے ہیں، اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ کی وفات کے چند روز بعد ان کے مریدوں نے ان کی خانقاہ میں مجلسِ سماع منعقد کی۔ قوال کافی دیر تک گاتے رہے لیکن کسی شخص پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اچانک ہی حسن میمندی اس طرف آنکلے اور انھوں نے آتے ہی ایک نعرہ مارا اور شیخ کے مزار کے قریب سربسجود ہو کر ہندی زبان میں ـــ سوبھلا مائی سوبھلا ـــ کہا، حسن میمندی کی زبان سے یہ ہندی کلمات سن کر حاضری بے اختیار رونے لگے اور سماع میں لطف آنے لگا[۵۸]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نظام الدین اولیاؒ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک رہٹ چل رہا تھا۔ جب حضرت نظام الدین پانی پینے کے لیے اس کنویں پر رُکے تو کسان نے اپنے بیلوں سے کہا، باہری ہو باہر۔ اتنی سی بات سے حضرت نظام الدین کی حالت متغیر ہو گئی اور جب خواجہ اقبال اور خواجہ مبشر نے شیخ کی یہ حالت دیکھی تو انھوں نے انھی الفاظ کو بار بار دہرانا اور گانا شروع کر دیا اور جب تک حضرت نظام الدین اپنی منزل تک نہیں پہنچ گئے اس وقت تک وہ انھی الفاظ سے لطف اندوز ہوتے رہے[۵۹]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ قاضی حمید الدین ناگوری مجلس سماع میں تشریف فرما تھے کہ ایک درویش نے کوئی ناپسندیدہ حرکت کی۔ قاضی صاحب کے ایک خادم نے اُسے مجلس سے نکال دیا۔

---

۵۷ جوامع الکلم، ص ۱۳۲ ۵۸ ایضاً، ص ۱۴۹-۱۵۰
۵۹ ایضاً، ص ۱۵۰

جب مجلسِ سماع برخاست ہوئی تو اس درویش نے اس خادم کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ جب وہ بہشت میں ایک قدم رکھ چکا تھا اور دوسرا رکھنے والا تھا تو اس شخص نے اسے مجلس سے باہر نکال دیا۔ قاضی صاحب نے خادم کو بلا کر پوچھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ خادم نے عرض کی کہ آپ ہی نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص بغیر ساز کے مجلس میں بیٹھے تو اسے نکال دیں۔ حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ قاضی حمید الدینؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کوئی شخص بغیر ساز کے جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[۱۰]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایسا ہوا کہ ان کے والد بزرگوار اس مسجد میں، جس میں وہ پڑھنے جاتے تھے، ایک گوشے میں نمازِ اشراق ادا کر رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے استاد اور ایک طالبعلم سماع کے موضوع پر بحث کرنے لگے۔ جب ان کے والد نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے کہ انھوں نے نماز کے دوران ان کی گفتگو سنی ہے۔ اگر وہ چاہیں تو وہ اسے حرف بحرف دہرا سکتے ہیں، لیکن جب وہ مجلسِ سماع میں شریک ہوتے ہیں تو سوائے مطلوب کے اور کوئی بات ان کے ذہن میں نہیں ہوتی اور کسی بات کا انھیں شعور نہیں ہوتا۔ اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ ایسے سماع کو کون حرام کہہ سکتا ہے؟[۱۱]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار سات صوفی، جن میں ان کے والد بزرگوار بھی شامل تھے، مولانا برہان الدین کے ہاں جمع ہوئے۔ وہاں سات شعر پڑھنے لگے اور ہر شعر سے صوفیوں میں ذوق و شوق پیدا ہوا اور وہ بے خود ہو کر رقص کرنے لگے۔[۱۲]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک بدعقیدہ شخص ایک بادشاہ سے ملا اور اس نے بادشاہ کو صوفیوں سے بدظن کر دیا۔ بادشاہ نے حکم صادر کیا کہ صوفیوں کو شہر سے نکال دیا جائے۔ جب یہ فرمان صوفیا تک پہنچا تو انھوں نے درخواست کی کہ انھیں تین دن کی مہلت دی جائے تاکہ وہ اپنے ہمسایوں اور ملنے والوں کو الوداع کہہ سکیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے بادشاہ سے یہ بھی درخواست کی کہ انھیں آخری بار مجلسِ سماع منعقد کرنے کی اجازت دے دے، بعد ازاں وہ شہر

۱۰۔ جوامع الکلم، ص ۱۵۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۵۳

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۵۳

چھوڑ جائیں گے۔"

بادشاہ نے ان کی درخواست منظور کرلی اور اپنے محل کے سامنے ایک سائبان نصب کرکے صوفیوں کو وہاں سماع منعقد کرنے کی دعوت دی اور خود ایک جھروکے میں بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ اتفاق سے اس کا ایک خورد سال بیٹا بھی اس کے پاس کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ اچانک نیچے گر گیا اور اس کے جسم کے اعضا زمین پر بکھر گئے۔ بادشاہ کو بیٹے کی وفات کا بڑا رنج ہوا اور اس نے خیال کیا کہ یہ سب کچھ انہی بدبخت صوفیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ ابھی صوفیوں سے بدلہ لینے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ صوفیوں کو اس سانحہ کا علم ہوگیا۔ انھوں نے بادشاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ اس بچے کی میت کو یہاں بھیج دے اور جب وہ سماع سے فارغ ہوں گے تو اس کا بچہ زندہ و سلامت اس کے حوالے کر دیں گے، بعد میں جو اس کے جی میں آئے اُن کے ساتھ کرے۔ صوفیوں کی درخواست پر اس بچے کے اعضا کو ایک دری میں لپیٹ کر مجلسِ سماع میں رکھ دیا اور صوفی حسب سابق سماع میں مشغول ہوگئے۔ کچھ دیر بعد دری میں حرکت پیدا ہوئی تو صوفیوں نے حاضرین سے کہا کہ اُسے کھولیں۔ جب لوگوں نے دری کھولی تو وہ بچہ اُٹھ کر بھاگ گیا۔ جب بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھا تو جھروکے سے نیچے اُتر آیا اور ان صوفیوں کی خاکِ پا اپنی داڑھی پر ڈالنے لگا۔ بعد ازاں اس نے اپنے سلوک کی معافی مانگی اور ان سے بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔[۱۳]

ایک روز حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مریدوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت گیسو درازؒ نے فرمایا کہ ان کے مرشد حضرت نصیر الدین چراغِ دہلیؒ اور حضرت برہان الدین غریبؒ میں بڑی دوستی تھی۔ جب کبھی ان کے مُرشد اودھ سے دہلی آتے تو مولانا برہان الدین اپنے احباب کے ساتھ ان کا استقبال کرتے۔ حضرت چراغِ دہلیؒ تین روز تک حضرت نظام الدین کی خانقاہ میں قیام کرتے، بعد ازاں ان کی اجازت سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت اور احباب سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔ اگر مولانا برہان الدین کے احباب میں سے کوئی سماع کی خواہش ظاہر کرتا تو وہ فرماتے کہ مولانا محمود اودھیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس سے بہتر سماع کا اور کون سا وقت ہوسکتا ہے۔[۱۴]

۱۳ھ جوامع الکلم، ص ۱۵۳

۱۴ھ ایضاً، ص ۲۳۹

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ مولانا برہان الدین غریبؒ اور ان کے یاران طریقت جملہ مزامیر کے ساتھ سماع سنا کرتے تھے لیکن ان کے مرشد حضرت چراغ دہلی ایسا نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی شخص گاتے بجاتے ہوئے ان کے دروازے پر آجاتا تو اسے منع بھی نہیں فرماتے تھے اور کچھ دیر بعد اسے کوئی چیز بھی مرحمت فرماتے تھے۔[۱۵]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ اپنے حجرہ میں قیام فرما تھے کہ زیر دیوار ایک عورت نے پہلے سہیلہ پھر شبانہ گایا۔ حضرت نظام الدین بیحد خوش ہوئے اور انھوں نے اوپر سے ہی اپنا لحاف، نہالی، ایک کپڑا اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھ میں آیا، نیچے پھینک دیا۔[۱۶]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نامی ایک چنگ نواز دہلی میں رہتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا تو دوا لینے کے لیے مولانا صدر الدین طبیب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اتفاق سے وہ اپنا رباب بھی ساتھ لیتا گیا۔ حسن اتفاق سے حضرت گیسو درازؒ اور مولانا علاء الدین بھی اسی مطب میں تشریف فرما تھے۔ ابراہیم نے رُباب کے تار کسے اور بجانے لگا۔ جب ساز بجنے لگا تو اس نے گانا شروع کر دیا۔ حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس فن کے بڑے بڑے استاد موجود ہیں، لیکن چنگ نوازی میں کوئی بھی ابراہیم کی گرد پا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اتفاق سے اسی مجلس میں مولانا صدر الدین کا کمسن بیٹا یوسف بھی موجود تھا۔ ابراہیم کے ساز اور آواز نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اسے اٹھا کر مجلس سے باہر لے گئے۔ جب تک حضرت گیسو درازؒ وہاں موجود رہے اس وقت تک وہ ہوش میں نہیں آیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آج تک ایسی چنگ نہیں سنی۔[۱۷]

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت نظام الدینؒ کو سماع سننے کی خواہش پیدا ہوئی تو انھوں نے پوچھا کہ کوئی ہے جو کوئی چیز سنائے۔ خواجہ اقبال اور بعض دوسرے خدام گانا جانتے تھے، چنانچہ انھوں نے شیخ کے حضور میں گانا شروع کیا۔ شیخ اس سماع سے لطف اندوز ہوئے اور

---

[۱۵] جوامع الکلم، ص ۲۶۳ [۱۶] ایضاً، ص ۲۶۴ [۱۷] ایضاً، ص ۱۷۸

انھوں نے خوش ہو کر انھیں کپڑے عطا کیے۔ کچھ دیر بعد حسن میمندی وہاں آیا تو گانے والوں نے اسے بتایا کہ آج تم یہاں نہیں تھے، انھوں نے شیخ کے سامنے گایا اور انھوں نے خوش ہو کر انھیں کپڑے عطا کیے۔ انھوں نے حسن میمندی کو یہ بھی بتایا کہ ان کے گانے کا شیخ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رونے لگے۔ ان کی باتیں سن کر حسن میمندی نے کہا کہ شیخ کا گریہ تاثیر سماع کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ اس بات پر رو رہے تھے کہ وہ کن لوگوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے اور انھیں ان سے کب رہائی ملے گی؟ اتفاق سے حضرت نظام الدین اولیا نے ان کی گفتگو سن لی اور انھوں نے حسن کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ حسن میمندی نے پورا واقعہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو شیخ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "حسن تم ٹھیک کہتے ہو، بات واقعی وہی تھی جو تم نے کہی ہے۔" ۱۵

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ شیخ نصیرالدین چراغ دہلی بڑے عمر رسیدہ ہو گئے تھے تاہم جب مجلسِ سماع میں ان پر وجد طاری ہوتا تو وہ اس طرح چکر لگاتے، رقص کرتے اور ہاتھ پاؤں مارتے تھے کہ کوئی نوجوان بھی اپنی پوری توانائی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ ایک بار حضرت گیسو درازؒ کے گھر میں مجلسِ سماع منعقد ہوئی تو حضرت چراغِ دہلی بھی اس میں شریک ہوئے جب قوال نے یہ شعر پڑھا:

سگے دنبالِ آن محمل طفیلِ او دواں من ہم
منش لبیک می گویم گر او سگ راہمی خواند

تو حضرت چراغِ دہلی اس تیزی سے مجلس سے اُٹھ کر بھاگے کہ حاضرین میں سے کوئی بھی ان تک نہ پہنچ سکا۔

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ حضرت چراغ دہلی ہندی راگ بہت کم سنتے تھے اور موصوف زیادہ تر فارسی کلام ہی پسند فرماتے تھے۔ کئی بار ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ انھوں نے اپنی دستار اتار کر مطرب کو دے دی۔ حضرت نظام الدینؒ کے انتقال کے بعد ایک بار ان کی خانقاہ میں مجلسِ سماع منعقد

---

۱۵ جوامع الکلم، ص ۱۸

ہوئی تو جب قوال نے یہ مصرع پڑھا:

مجلس یار ہماں است ولی یار کجا

تو حضرت نے اپنے سر سے طاقیہ اتار کر زمین پر پھینک دیا۔[19]

حضرت گیسو دراز فرماتے ہیں کہ مولانا برہان الدین غریب اور ان کے یارانِ طریقت اکثر دف زن لوگ کو بلا لیتے اور ان سے گانا سنتے اور وجد میں آ کر رقص کرنے لگتے۔[20]

حضرت گیسو دراز کے ملفوظات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ایک اچھا قوال چھ جیتل سے زیادہ صلہ وصول نہ کرتا تھا اور حسن میمندی، جو اپنے زمانے کا مشہور ترین قوال تھا، سولہ جیتل لے کر مجلسِ سماع میں شرکت پر آمادہ ہو جاتا تھا۔[21]

سماع میں اس قدر ذوق و شوق سے حصہ لینے، سماع کے ذریعے اپنی بیشتر روحانی منازل طے کرنے اور اپنے اکابر اور احباب کے مجالسِ سماع میں شرکت کرنے کے واقعات بیان کرنے کے بعد حضرت گیسو دراز اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ "کامل را ذوقِ سماع نبا شد"۔[22]

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ دین و دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہ تھی جو خدا تعالیٰ نے حضرت ابوحفص شہاب الدین عمر سہروردی کو عطا نہ کی ہو، مگر انھیں ذوقِ سماع سے محروم رکھا تھا۔[23]

تاثیرِ سماع

حضرت گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کی خانقاہ میں جب باؤلی کھودی گئی تو وہاں سے کھاری پانی برآمد ہوا۔ حضرت کے خادم اقبال نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ باؤلی سے بڑا کھاری پانی نکلا ہے۔ اگر یہ پانی میٹھا ہوتا تو لوگ اس سے بڑا فائدہ اٹھاتے۔

---

[19] جوامع الکلم، ص ۳۰۶-۳۰۷ [20] ایضاً، ص ۲۶۴

[21] ایضاً، ص ۸۷ [22] ایضاً، ص ۱۱۵

[23] حسن سجزی، فوائد الفواد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۵۶ -

" نعمتی کہ در بشر ممکن است شیخ شہاب الدین را دادند، الا ذوق سماع۔"

خواجہ اقبال کی بات سن کر حضرت نے فرمایا کہ انھیں کسی روز مجلسِ سماع میں یہ بات یاد دلائے۔ چند روز بعد جب حضرت کی خانقاہ میں مجلسِ سماع منعقد ہوئی تو خواجہ اقبال نے انھیں وہ بات یاد دلائی تو حضرت نے قلم، دوات اور کاغذ طلب فرمایا۔ خواجہ اقبال نے تینوں چیزیں حضرت کی خدمت میں پیش کیں تو حضرت نے ایک تعویذ لکھ کر اسے دیا اور فرمایا کہ اسے باولی میں ڈال دے۔ حضرت گیسو درازؒ راوی ہیں کہ جب یہ تعویذ باولی میں ڈالا گیا، اس کا پانی میٹھا ہوگیا۔[۲۴]

۲۴ء جوامع الکلم، ص ۲۸۲۔

بقیہ تاثرات

تعارف کے لیے ہے۔ اسلام اتحاد و اخوتِ اسلامی کا داعی ہے اور رنگ، نسل، قبیلے، علاقے، زبان اور تہذیب و ثقافت کے اختلاف کو تفریق و انتشار کا ذریعہ بنانے کا شدید مخالف ہے۔ پاکستان کے مختلف صوبے صرف انتظامی علاقے ہیں جو باشندوں کی سہولت اور نظم و نسق کو زیادہ موثر اور کارگر بنانے کے لیے قائم کئے گئے ہیں۔ علاقائی مسائل اور علاقائی مفاد یقیناً اہمیت رکھتے ہیں لیکن یہ پاکستان کے قومی مسائل اور قومی مفاد کے بالکلیہ تابع ہیں۔ ہماری بقا اور ترقی و استحکام کا انحصار اس پر ہے کہ ہم صوبائی، علاقائی، قبیلوی، ہر قسم کے تعصبات کو ختم کر دیں اور اپنے آپ کو پنجابی، سندھی، پٹھان اور بلوچ یا مقامی اور مہاجر سمجھنے کے بجائے صرف پاکستانی سمجھیں۔ پاکستان ایک ملک ہے اور اس ملک میں صرف ایک قوم ہے اور وہ ہے پاکستانی قوم۔

(رزاقی)